اس مثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہو سکتی ہے جو اصحاب حقیقت و ارباب معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار جستہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اوّل بوجودِ قدم — نے بوجودیکہ بود از عدم

(خدائے تعالیٰ کی ذات واجب اول ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی)

نور فزائے بصرِ دور بیں — دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

(جو نگاہ دوربین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے)

رخشِ علل در رہش افگندہ سم — علت و معلول در و ہر دو گم

(معرفت الٰہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقہ سے استدلال کرتے اور ذات حق کو علت العلل قرار دیتے ہیں اُن کا یہ طریقۂ عرفان ذات حق کے لئے محض ناکافی اور ہیچ و پوچ ہے)

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او — ور ببرد اِلّا بہ توفیقِ او

(حقیقتِ ذاتِ الٰہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اُسی کی مدد سے)

ہستی ما نزدِ خرد اندکے ست　　　واں ہمہ با نیستی ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہے)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست　　　ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے جو صفات و اسمائے الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہے۔ لیکن وجودِ حقیقی جو لوثِ عدم سے منزّہ ہے وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر　　　آنکہ در انیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد　　　زندۂ باقی بہ بقاے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے اس کی حیات و بقا ابدی ہے)

بود در اوّل کس از و پیش نے　　　ماند در آخر کس از و بیش نے

(وہی اوّل تھا۔ اس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

کرد خرد وحدتِ او را سجود ثانیِ او ممتنع اندر وجود

(عقل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)

حکماے صوفیہ نے حضرات وجود تین قرار دیے ہیں :-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) ممتنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔

(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہے اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) ممتنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی ذات حق ہے۔

شرکت نہ در مملکتش دست سائے خود نتواں بود بشرکت خدائے

(اس کی حکومت میں شریک نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرکت کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد بہ خیالِ و صوَر چون؟ وچرا؟ سے کند آنجا گزر؟

(جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون و چرا کا گزر ہی نہیں۔ یعنی اس کی نسبت یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟

پاک ز آلودگیِ آب و خاک پاک تر از ہرچہ بگوئید پاک

(وہ آب و خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا پاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ او ہست زمردم دروغ　　تاہم ازو دیدہ نیابد فروغ

(لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے رَأَيْتُ رَبِّي بِرَبِّي۔

دورِ زمیں را بزماں بار بست　　داہم و دو دا زوے باماں باز رست

(گردش زمین کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسایش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

"بعضے حکما گویند حرکت یومیہ از حرکت زمین ست یعنی فلک و کواکب برجائے خود ایستادہ اند و زمین حرکتِ دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچہ بردست آنرا بجود ہمرا میگرداند و از وے کواکب گاہ غارب و گاہ طالع نمایند۔ آں چناں کہ سوار کشتی را کہ

کہ چوں کشتی حرکت کند چناں در متخیلہ اش در آید کہ ساحل متحرک ست و در نفس الامر حرکت از کشتی ست۔ بریں مذہب زماں وابستہ بدور زمیں شد۔"

مناجات یہ مضمون بھی پر اثر اور عارفانہ ہے:۔

سوے خودم کش کہ الٰہی شوم — خازنِ گنجینۂ شاہی شوم

آں عمل آور زمن اندر وجود — کاں بتو ام راہ تواند نمود

آنچہ دلم را ز تو دوری دہ است — دور ترک دار کہ دوری بہ است

برمنِ رسوا شدہ عیب کوش — عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش

من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ — از عدم ایں سوزدہ ام بارگاہ

جز تو شناسندۂ ایں راز کیست؟ — کامدن و رفتنِ من بہرِ چیست؟

بہ کہ چو آوردی و بازم بری — ہم بسوے خویش فرازم بری

سترِ مرا چوں ہمہ داننده — باز رہانم کہ رہاننده

گرچہ تنِ من زپے سوز راست — رحمتِ تو از پے ایں ورز راست

از عملِ خود چو نشینم خجل — ذیلِ کرم پوش بریں تنگ دل

نعت پیش روِ کوکبۂ انبیا — کوکبش از منزلتِ کبریا

از حدِ ناسوت بروں تاختہ — برخطِ لاہوت وطن ساختہ

۱؎ انبوہ لشکر ۱۲ ۲؎ عالمِ اجسام۔ ملکوت، عالم ارواح۔ جبروت، عالم صفات الٰہیہ ۱۲
۳؎ مقام ذات ۱۲

نورِ نخستش چو علم بر کشید — شامِ عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اوّل نورِ محمدی ظاہر ہوا اور اس نور سے معدومات پر فیضانِ وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود — نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرمش غرقۂ آبِ فنا — یافتہ در بحرِ بقا آشنا

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل — مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔ اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہو گئیں)

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت — علم بدل کرد و قلم را گزاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی ہے کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں ہونے آئیں مگر فرمان خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہے جیسا کہ بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دین متین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلام مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی کیونکہ جو آیات الٰہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصد شد از دو تا بما — تازہ تر ست ایں خطِ والا بما

گر زگذافے بُدے ایں رہ بپائے — او شد و ایں نیز نماندے بجائے

صلعم ۱۲

ہر چہ نہ آثار خدائی دہد | کے ہمہ وقت روائی دہد
نیست شہے کو زجہاں رست باز | دولت او تا بہ ابد پایے دار
معراج: رفتہ و باز آمدہ در یک زماں | رفتن و باز آمدنش تواماں

دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہے اور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔

معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامیؔ نے بھی مثنوی مخزن الاسرار میں بیان کیا ہے:-

"واں سفرِ عشق بنا زآمدہ | در نفسے رفتہ و باز آمدہ"

مگر خسرو کے شعر میں لفظ تواماں نے بے حد لطافت پیدا کر دی ہے۔

چشمِ یقینش چو برحمت فتاد | اُمتِ بیچارہ زنقش زیاد
آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ | قطرہ چکانید بکامِ ہمہ
قطرۂ او چشمۂ والا شدہ | چشمہ چہ گویند کہ دریا شدہ
نیم شب آں پیکِ الٰہی ز دور | آمد و آورد براقے ز نور
داد نویدش کہ ازیں قعرِ چاہ | خیز د بدریائے ابد جوئے راہ
برق صفت جست بہ پشتِ براق | کردہ بمیثاق شتاب از وثاق
جست بروں جو ہر ش از کن فکاں | یافت مکانے بحدِ لامکاں
از زبر و زیر بروں برد ذات | زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

منزلے یافت منازل نورد — کیف و کم از رہ بروں برد گرد
پردۂ خویشی زمیاں خاستہ — مرتبۂ بے خودی آراستہ
چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال — بے حجبش جلوہ نمود آں جمال
جامِ عنایت زصفا نوش کرد — وز خودی خویش فراموش کرد

مدحت شاہ اگرچہ ممدوح کا رویہ ناممدوح تھا مگر شاعر کو شیوۂ شاعری کے لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلکِ سخن راکہ دُر افشاں کنم — پیش کشِ حضرتِ سلطاں کنم
اے سخن! از رشتہ بروں آر دُر — وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر
زانکہ چو بوسم درِ دولت پناہ — تحفہ ازیں بہ نبود پیشِ شاہ
شاہ سکندر روش و دارا نشاں — آئینہ روئے سکندر رشاں

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہے جو کیقباد کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہے :-

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام — تیغ فروخفت میانِ نیام

یہ بات بالکل سچ ہے کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزم مغربی سلطان ناصرالدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقات کے تحت میں کر چکے ہیں جس کے بیان میں خسرو شعرا نے ہر ایک ادنے

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہے، اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبع ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

صفتِ شب

شب چو بیاراست سرِ سپہر — گشت مکلّل تتقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب زیبے آں پود و تار
طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود و چراغش ہزار
جوہریِ شام بسوداگری — کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقۂ انگشترین — بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز — بہرِ خروسانِ سحر دانہ ریز
کرمکِ شب تاب زِ بہر جہاں — ہمچو شرار از سرِ آتش جہاں

صفتِ شمع

شمع بہر بزمگہے سر فراز — خاصہ بہ بزمِ شہِ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
ساختہ از دودِ مدادے زسر — دادہ بپروانہ سوادے زسر

صفتِ چراغ

گشت رواں خانہ بخانہ چراغ — آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزبانے دراز — باہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

پیش رو راه ز نورِ بصر گم شده را در دلِ شب راهبر

صفتِ باده

مَی که عرق از تنِ مرداں کشید گوہرِ ہر مرد ازو شد پدید
پیشِ چناں گوہرِ یاقوت رنگ کوہ زدہ بر سرِ یاقوت سنگ
نامِ حرام ارچہ برو شد وبال ہرچہ نمک خوردہ داں جز حلال
طرفہ حرامے کہ بہر دستگاہ حقِ نمک دارد ازیں ساں نگاہ
لاجرم او داشت نمک را عزیز حرمتِ او داشت ہمہ خلق نیز

صفتِ قرابہ

سینۂ قرابہ برآوردہ شور در خسِ خود چشم بداں کردہ کور
خونِ دلش گرچہ بساغر خوری ہم نہ کند سر ز تواضع گری

صفتِ پیالہ

گشتہ لبالب ز مے جاں سرشت کردہ حدیث از لبِ جوئے بہشت
بادہ تو گوئی کہ درو از صفا ہست معلق بمیانِ ہوا

صفتِ ساقی

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب بردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب
نرگسِ نازندۂ او نیم باز نیمے ازو خواب و دگر نیمہ باز
از کفِ او دُردِ دمادم خوش ست ور مثل جور بود ہم خوش ست

چوں بدہد بادہ و گوید کہ "نوش" مست بروز دگر آید بہوش

صفتِ چنگ

چنگِ سر افگندہ سرافراختہ موے بموئیش زمہر ساختہ

صفت رباب

کاسِ رباب از شغبِ دلنواز بردہ دلِ مردم و جاں دادہ باز

صفت نے

نائے دہاں بستہ و بسیار گوے نائے مگو کش بفسوں مار گوے
باز کند لب چو زباں آورے بیک زبانش بلبِ دیگرے

صفتِ دف

زہرہ زدوشش بسرود آمدہ چنبرش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجاے چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے
ہر سخنِ نغز کہ با دوست کرد آں ہمہ در پردہ تو در پوست کرد

صفتِ بادۂ خاص

گرم تریں کارگزارانِ خواں مائدہ کردند ز مطبخ رواں
خوانچۂ آراستہ بیشِ ہزار بر ہمہ الوانِ نِعَم کردہ بار
صد قدح از شیرۂ آبِ نبات در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات
نانِ تُنک صاف بداں گونہ بود کز بتنکی رو بدگر سو نمود

نانِ تنوری زطرب قبہ بست　　　زاں کہ بخوانِ شہِ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری　　　انجمنے پُر زمہ و مشتری
پردہ برانداختہ از آفتاب　　　کردہ بیک غمزہ جہانے خراب
روے چو خورشید برافروختہ　　　جانِ کساں زآتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش　　　صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش
زابروے خم پشت کماں ساختہ　　　تیرِ مژہ نیم کشش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مژہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات مبتذل ہیں مگر تیرِ مژہ کا جو وصف بیان کیا ہی کہ "نیم کش انداختہ" اس میں ایک داے خاص کی تصویر کشی کی ہی جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہوگیا۔

جشن نوروز معزی

دلّی میں کیقباد نے جشن نوروزی کیا ہی خسرو نے اُس کا تمام سامان اس بیان میں سجایا ہی۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و یراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہی:-

(۱) زرّیں　　　(۲) مومیں　　　(۳) اصلی یعنی گلدستوں کا

دیواریں اطلس سے سجائی گئی ہیں۔ زربفت کا فرش ہی۔ بادشاہ تخت پر جلوہ فرما ہی۔ فوجی سردار صف بہ صف حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ محاسب

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پکار پکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات کو بزمِ مے نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعت و انعام۔

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ — سایہ رسانید زماہی بہ ماہ

یک دو ہزار اسپِ مرصّع ستام[1] — از دمِ خود بستہ صبا را مدام

(ایک دو ہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ بادِ صبا کو اپنی دم سے باندھ رکھا تھا)

میمنہ[2] جلہا سیہ انداختہ — آتشی از دودِ سلب[3] ساختہ

(داہنی طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں۔ گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس دھوئیں کا)

میسرہ[4] از پوششِ جلہائے لعل — جلوہ کناں باد ز گل ہائے لعل

(بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سرخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال پھول)

زیرِ سپان[5] صفِ پیلانِ مست — ابر و ہوا گردہ بصحرا نشست

قلعہ آہن تہ برگستواں — قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

(ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھر پڑی ہے۔ قلعہ قائم ہے اور ستون یعنی ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں)

باغِ زر آراستہ شد جائے بار — گردہ بر وابر جواہر نثار

---

[1] ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ [2] میمنہ۔ داہنی طرف ۱۲ [3] سلب۔ لباس ۱۲
[4] میسرہ۔ بائیں طرف ۱۲ [5] مراد گھوڑوں سے ۱۲

از دُر و یاقوت درختاں فراخ | مرغ زر ساختہ بالائے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید | مرغ تو گوئی کہ بخواہد پرید

(یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اُس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور چڑیا ایسی ہو کہ گویا اُڑا چاہتی ہو)

ساختہ از موم بسے نخلِ چست | کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گزری زیں دو باغ | یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستہ گل دلفریب | کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب

(بہتیرے دل فریب گلدستے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش صرف ہوئی تھی)

یافتہ سبزہ زچمن ہا درود | بہرِ درود آمدہ آں جا فرود
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک | زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ | دادہ بہر سنگ ز یاقوت رنگ
کردہ مسلسل ز گہر بوریا | کانِ زرش خواندہ فلک بے ریا
خاک ازاں مفرشِ زربافتہ | خلعتِ نوروز زنشہ یافتہ
جشن چو آراستہ شد یک سرہ | از طرفِ میمنہ و میسرہ

---

[1] کانٹا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں بمعنی دعا۔ آفریں تحسین ۱۲ [2] نام ہے ایک ستارہ کا ۱۲ [3] بے شک و شبہ ۱۲ [4] فرش ۱۲

شاہِ جہاں شست بزریں سریر
چشمِ جہاں دوختہ از قد چو تیر

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر
تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر

چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی - اس شعر میں ایک تو لف ونشر ہی بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہی لفظ آب کے حقیقی معنی سے - اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہی مگر بندش الفاظ اور حسن معنی کے لحاظ سے پُر لطف شعر ہی -

تن چو دراں خلعتِ وشن کرد زیب
خونِ یواقیت بگردن گرفت

(بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا یعنی یاقوت اس رشک سے خون ہو گئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ٹکے ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھکر شرمندہ ہو گئے)

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں
سہم زناں بر حشمِ اختراں

(فوجی سردار جو ادھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست چالاک تھے کہ گویا ستاروں کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شحنۂ [1] بار آمد وصف راست کرد
ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد

پیش کشیدند گراں تا گراں
خدمتیِ [2] ہر ہمہ خدمت گراں

---

[1] منتظم دربار ۱۲   [2] نذر ۱۲

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمانِ شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافۂ چینی زمیں　　باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں
ہر دو صف از صف شکناں گشت راست　　تیغ وراں دست چپ و دست راست
حاجبِ فصّال چو قمری و سار　　نغز نوا گشتہ بفصلِ بہار
شب چو برآئینِ بہاراں زمیں　　کرد ہوا پُر زگل و یاسمیں
شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت　　خلوت از و دولتِ جاوید یافت
کرد رواں بر کفِ چوں لالہ زار　　بادۂ گل رنگ بجوئے بہار
شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت　　در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

متفرق مقامات

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں) پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ؎

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر　　پُر گنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تنِ من زپے سوز راست　　رحمتِ تو از پے ایں روز راست
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام　　نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام

---

[1] تفصیل بیان کرنے والا چوبدار ۱۲　[2] مینا ۱۲　[3] "پے" کے بعد "را" بمعنی برائے زائد اور یہ متقدمین کا محاورہ ہے ۱۲

عذر زعاصی بود اندر گناه — طرفه که من عاصی و او عذر خواه

نعت میں فرماتے ہیں ؎

تا بسر یثرب آں جم نشست — رعب عرب در ہمہ عالم نشست

خطبۂ لولاک بپرداختہ — منبرِ نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستیِ او تا بہ عدم خانہ جود — نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

چوں ز وجودش عدم آواز یافت — تختۂ ہستی رقمِ تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ؎

جامِ عنایت بصفا نوش کرد — در خودیِ خویش فراموش کرد

بسکہ بروں برد وصالش ز پوست — فرق ندانست ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل — وہم ملائک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید — بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں

یہ اُس لشکر کا بیان ہے جو سلطان ناصر الدین کے ساتھ بنگالے سے آیا تھا ؎

لشکرِ مشرق زادہ تا بہ بنگ — چیرہ دل و خیرہ کُش و تیز چنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گذار[1] — ہر ہمہ تیر افگن و اژدر شکار

---

[1] جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کر دے۔ سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

تاجکِ گردن کش و لشکر شکن　　بیشترے نیزہ ور و تیغ زن
راوتِ ثُرو چیں زنِ خاراشگاف　　پشت بہ پشت از پئے رزمِ مصاف
خشت زنانے کہ گہِ آزموں　　خشت نشانند بہ سنگ اندروں
یا یک بازی گرِ موزوں خرام　　دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام
پیکِ گراں سنگ سبک ایستاد　　تند چو ابرے کہ رود روزِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد　　موج زناں آب زِ مردانِ مرد

کیقباد کے لشکر کا بیان ہی جو دلّی سے روانہ ہوتا ہی

نورِ علمہا کہ بہ کیواں گرفت　　آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت
پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید　　در رخِ مہ گرد محاسن پدید
دمدمۂ کاسہ بآوازِ خوش　　کوس زدہ با فلکِ کاسہ وش
نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ　　پیرِ فلک خانہ زِ نے ساختہ
ہیکلِ پیلاں بزمیں خم فگند　　زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود　　روئے زمیں عرصۂ شطرنج بود
جنبشِ اسپ از سمِ خاراشگاف　　لرزہ در افگند زمیں را بناف
ہر یک ازاں کوہ تنانِ چو پیل　　رقص ہمی کرد ببانگِ صہیل

---

۱ اولادِ عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲　۲ سردار۔ راجپوت ۱۲　۳ نیزہ کوچک ۱۲　۴ ہندوستان کی ایک قوم ۱۲　۵ آوازِ نقارہ ۱۲　۶ مراد از اسپاں ۱۲　۷ بالفتح آوازِ اسپ ۱۲

گرد سواراں کہ بخورشید جست — قطرۂ بر چشمۂ خورشید بست
بلکہ ازاں گرد سر افراختہ — چشمۂ خورشید شد انباشتہ
موے نگافاں بکماں بستہ زہ — زہ زدہ ابروے کماں را گرہ
تیغ برہنہ کہ بپوشید دشت — برہنہ راہیں کہ چہ پوشیدہ گشت
تیغ نہ۔ بل کآتشِ فولاد خیز — بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز

کیقباد کا لشکر کوچ کرتا ہے

صبح چو بر زد علمِ آفتاب — لشکرِ سیارہ فرو شد بآب
کوسِ عزیمت زدِ شہریار — لرزہ در آورد بروئیں[1] حصار
دمدمہ را کرد دمامہ[2] بلند — دم بدم نالے دمادم فگند

کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصر الدین کے نام

من کہ ز دروازۂ اقلیم ہند — لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو۔ چو خورشید ز مشرق برآے — من بسمِ اسکندرِ مغرب کشاے
شو تو۔ سوے کامرو و نگیر نخش — من کنم اقصاے عراقین بخش
خیز تو۔ از قلعۂ چیں جوے گنج — من ز درِ روم شوم سیم سنج

---

[1] بالفتح پل ۱۲ [2] نقارہ ۱۲

عبرہ ازاں معبر دریا تو جوے — من دہم از تیغ بہ بحریں شوے
از تو زہند وستدن پیل و مال — وز قبل من مغل قیل و قال
تاج زمن ۔ سر ز تو افراختن — عاج ز تو ۔ تخت زمن ساختن
تا تو بمشرق بوی و من بغرب — حربہ خورد ہر کہ درآید بہ حرب

سلطان ناصرالدین کشتی میں سوار ہو کر دریاے سرجو کے پار اُترتا ہے

آب شد از بحر رواں تختہ پوش — کردہ زہر تختہ معلّم خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختۂ کشتی پر ایک معلم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرۂ ملاح کہ می شد باوج — بر تن خود لرزہ ہمی کرد موج
آب ازاں غلغلہ زاندازہ بیش — گرد نمی گشت بگرداب خویش

جس وقت کشتی منجدھار سے گزرتی ہے تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ

"ملاحوں کے شور و غل کو سُن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا"

کشتی پوئیدہ کہ چوں تیر بود — بود بجائے کہ زمیں گیر بود

(تیز رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

سوز و گداز

زسرِ کرشمہ بگیرہ گزرے بسوے من کن — بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن
منم و دلے و دردے زغمت چو ناتوانا — بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید — شست و فرود آمد و پیشش دوید

سلطان ناصر الدین نے زبردستی پکڑ کر کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے مصرع میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہے کہ

کیقباد بتعمیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اتر آیا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

تشبیہ و تمثیل اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادر و غیر مکرر ہے اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف و دل پسند بنا دیا ہے۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کئے جاتے ہیں۔

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید — بود زمیں تشنہ کہ دریا رسید

(اسلام کا لشکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہو گئی)

اس شعر میں لشکر اسلام کے پہنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہے کہ پیاسی زمین پر جا پہنچے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کر دے۔

خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار — قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

(بادشاہ کے خنجر کو قطرۂ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گرد و غبار کو دبا دیا یعنی

فتنہ و فساد کو دور کر دیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا ہے۔

بود یک جا ے صفِ تیغ و تیر ہمچو نیستاں بلبِ آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صفِ تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب و تاب کے۔ اور صفِ تیر کو نیستاں سے۔

شد زمیں از نعل بنقش و نگار چوں شکمِ ماہی و اندام مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکمِ ماہی اور اندامِ مار کی مانند معلوم ہوتی تھی یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکمِ ماہی اور اندامِ مار پر ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مدح ہے۔

دائرہ خیمہ بسبزی قطار ابر فرود آمدہ در مرغزار

(ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اُتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

پیکِ گراں سنگ سبک التیاؔ   تند چو ابرے کہ بود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہوجاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)

یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ   آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلوکھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ:۔ (یہ قصر حسن و زیبایش میں ایک عروس ہے جس نے جمنا کے آب رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اس میں اپنا جمال دیکھے)

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہمچو دو آئینہ مقابل زتاب   آب دراں عکس نما۔ رو درآب

(یہ قصر اور آب جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آب جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے مگر ایسے آئینہ سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کو روش   خار عصا۔ بادِ خزاں کورکش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہوگئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہے۔ کانٹا اس اندھی کی لاٹھی ہے اور باد خزاں اسکو کھینچکر لئے جارہی ہے) اس شعر میں نرگس کو اندھی سے کانٹے

عہ استاد ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو الٹ دیا ہے ؂

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ   کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

کو لاٹھی سے اور باد خزاں کو آندھی کی رد نما سے تشبیہ دی ہی۔ وجہ شبہ ہر ایک
کی ظاہر ہے۔

نم بکفِ دست چنار از روش   زیبق لرزاں بکف مرتعش

(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہی جیسے رعشہ والے کی ہتیلی پر پارہ کانپتا ہے)

یہاں چنار کے پتوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زیبق سے تشبیہ دی ہی جو کفِ مرتعش پر
لرزاں ہو۔

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش   غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

(پھول چونکہ کھل چکا ہی تو اُس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہی گویا پھول
کے پھٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہی) یہاں پھول کی پتیوں کو جامۂ پارہ شدہ سے تشبیہ دی
ہی اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پھٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہی۔ پہلی تشبیہ تو مبتذل ہی
مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہی۔

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں بر ہوا   مہرۂ بلور شدہ در ہوا

(شدت سرما کا بیان ہی کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہی وہ سردی سے جکر مہرۂ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرۂ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہی۔

بادہ چو خورشید گہہ تا بہ شام   کردہ طلوعے و غروبے بجام

(شراب صبح سے شام تک پیالے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہی۔ یہاں شراب کو آفتاب سے
اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہی)

شہ بتہ چترِ سیہ می چمید — اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید

(بادشاہ چتر کے سایہ میں خراماں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہوگئی تھی)

اس شعر میں چترِ سیاہ کو اوّل شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ تشبیہ اوّل تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکدکِ[1] دندانِ برہنہ تناں — چوں شغبِ چوبکِ[2] زناں

(جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے مارے اُن کے دانت بج رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز
ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزۂ نو رستہ تو گوئی مگر — بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

(سبزہ جو تازہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں)

رود زن[3] از سینہ بروں بردہ صبر — آب چکاں[4] دست چو باران ز ابر

(مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے مینھ برس رہا ہے)

ور کماں دست برد چوں ہنر بر — قوسِ قزح داں کہ برآمد ز ابر

کمان کو قوس قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتِ وے از بار گہر خم زدہ — چوں سحر گلشنِ شبنم زدہ

(بادشاہ کے چتر کی صنعت ہے کہ موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم
کے بوجھ سے)

---

۱ شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲ ۲ چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چوکیدار ان
ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام پر
ہوشیار رہیں ۱۲ ۳ رود زن۔ مطرب ۱۲ ۴ آب چکاں۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲